کیونکہ جگہیں کے مختلف ہونے کی صورت میں مقتدی پر امام کی حالت مخفی رہے گی، جس کی بنا پر اس کے لیے امام کا اتباع مشکل ہوگا اگر امام کی حرکات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہو تو بالا جماع جائز ہوگی۔ امام ابوحنیفہ کی رائے کی تردید حضرت عائشہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرے میں نماز پڑھی اور لوگوں نے حجرہ سے باہر آپ کے اقتداء میں نماز پڑھی۔

''صلّٰی رسول الله ﷺفی حجرته والناس یأتمون من وراء الحجرة'' [رواه أبو داؤد كتاب الصلاة] ☆

نیز مکہ مکرمہ میں امام مقام ابراہیم پر کھڑے امامت کرتے ہیں اور مقتدی کعبہ کے چاروں طرف صف بستہ ہوتے ہیں تو بلاشبہ امام اوران کے درمیان کعبہ کی عمارت حائل ہوتی ہے، مگر اس سے کسی امام نے منع نہیں کیا۔ لہذا یہ تعامل بھی جائز ہونے کا ثبوت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ درس:

۱۔ وابصہ کی حدیث سنداً صحیح ہے اور کئی طرق سے ثابت ہے۔ مگر طبرانی وغیرہ میں اگلی صف سے ایک شخص کو کھینچ لینے کا حکم ہے۔ حدیث کا یہ حصہ صحیح نہیں۔

۲۔ نماز کے لیے صف بندی کا اہتمام کرنا، صفوں کی درستی اور تکمیل پر توجہ دینا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔ لہذا بلا عذر صف کے پیچھے اکیلے نماز نہیں پڑھنا چاہیے۔

۳۔ پہلی صف میں جگہ نہ ہو تو اکیلے ہی صف کے پیچھے پڑھ لے۔ کیونکہ درمیان میں سے آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ ملانے کی صورت میں پہلی صف میں خلا پیدا ہو جائے گا، جسے پُر کرنے کے لیے نمازیوں کو حرکت کرنا پڑے گی۔ نماز کی حالت میں اتنا چلنا بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ نیز جن حدیثوں میں پہلی صف سے نمازی کو کھینچ لانے کا حکم ہے، وہ سنداً ضعیف ہیں۔ پس بہتر یہی ہے کہ وہ اکیلا ہی پڑھ لے۔ امام مالک، ابوحنیفہ اور شافعی کی یہی رائے ہے۔ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔

☆ اس حدیث سے امام ابوحنیفہؒ کے فتوے کی تردید نہیں ہوتی، کیونکہ امام کو دیکھ سکنے کی شرط مذکور نہیں، ان کی حالت سے آگاہ ہونا شرط ہے۔ اور حدیث عائشہؓ میں بیان کردہ ''حجرہ'' مسجد کے اندر اعتکاف کے لیے قائم شدہ چٹائی یا کپڑے کی آڑ تھی' جس کے پیچھے قراءت اور تکبیرات سنائی دیتی تھیں۔ اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد نماز کا معاملہ بھی ہے، جہاں صفیں متصل ہوتی ہیں اور تکبیرات ڈائریکٹ نہ سہی' بالواسطہ تو لاؤڈ سپیکر کے بغیر بھی سنائی دیتی تھیں۔ واللہ اعلم (عبدالوہاب خان)

☆☆☆☆☆

اصلاح عقیدہ
قسط: 25

بدعت کی شرعی حیثیت

محمد حسن آصم صدیقی

ملا علی قاریؒ عاصم بن کلیبؒ (ت ۱۳۰ھ) کی روایت نقل کر کے لکھتے ہیں: ہمارے مذہب کے (حنفی) علماء نے ثابت کر دیا ہے کہ میت کے پہلے اور تیسرے دن اور اسی طرح ہفتہ گزرنے پر طعام (دعوت) تیار کرنا مکروہ ہے۔ [مرقاۃ المفاتیح]

گزشتہ تمام عبارتوں میں پوری صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ کسی کی موت کی وجہ سے دنوں کی تخصیص کر کے مثلاً تیسرے، دسویں، چالیسویں دن اور سالانہ عرس وغیرہ پر کھانا وغیرہ پکانا اور اجتماع کا اہتمام کرنا بدعت اور مکروہ (تحریمی) ہے اور ایسے کھانوں سے بالکل پرہیز کرنا چاہیے۔

مولانا لکھنویؒ لکھتے ہیں: شیخ عبدالحق محدث دہلوی در جامع البرکات می نویسد وآنکہ بعد سالے یا ششماہی یا چہل روز دریں دیار پزند و درمیان برادران بخشش کنند وآں را ''بھاجی'' مے گویند چیزے داخل اعتبار نیست، بہتر آں است کہ نہ خوانند [مجموعہ فتاویٰ]

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں: وعادت نہ بود کہ برائی میت جمع شوند وقرآں خوانند وختمات خوانند بر سر گور نہ غیر آن وایں مجموع بدعت است، نعم برائے تعزیت اہل میت جمع وتسلیہ وصبر فرمودن ایشان را سنت ومستحب است، اما ایں اجتماع مخصوص روزِ سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرفِ اموال بے وصیت از حق یتامٰی بدعت است وحرام۔ [مدارج النبوت]

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: آنچہ متعارف شدہ از پختن اہل مصیبت طعام را درسوم وقسمت نمودن آن میان اہل تعزیت واقران غیر مباح ونا مشروع است وتصریح کردہ بدان در خزانہ چہ شریعت: دعوت نزد سرور است ونہ نزد شرور۔ [کشف الغطاء]

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں: بعد مردنِ من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وبرسی ہیچ نکنند [وصیت نامہ مع ما لابد منہ] طعام دادن للہ تعالیٰ بے رسم وریا وثوابِ آن را بہ میت گزرانیدن بسیار خوب است وعبادت بزرگ۔ اما تعین وقت اصل معتمد علیہ ظاہر نے شود وروز سوم گل دادن بمردان بدعت است [مکتوبات الف ثانی]

شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں: دیگر از عاداتِ شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا وسیوم وچہلم وششماہی وفاتحہ سالینہ وایں ہمہ را در عربِ اول وجود نبود۔ مصلحت آں نیست کہ غیر تعزیتِ وارثانِ میت تا سہ روز وطعام شان یک شبانہ روز رسمے نباشد [تفہیمات و وصیت نامہ]

مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کا قول: اس زمانہ میں سوم کے روز میت کی زیارت کے واسطے شربت، برگ ومیوہ لے جاتے ہیں اور کھاتے ہیں......اور فرمایا کہ صندوق لے جاتے ہیں اور سیپارہ خوانی کرتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔[الدر المنظوم]

علامہ محی الدین برکلی نقشبندی الحنفی لکھتے ہیں: ان بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ موت کے دن یا اس کے بعد ضیافت طعام کی وصیت کرنا اور قرآن وکلمہ پڑھنے والوں کو پیسے دینا یا قبر پر چالیس روز تک یا کم وبیش ایام تک آدمی بٹھانا یا قبر پر قبہ بنانے کی وصیت کرنا۔ یہ سب امور منکرہ ہیں۔[طریقہ محمدی]

مولانا یوسف صاحب مرید خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی چشتی زیارت قبور کے لیے بھی از خود دنوں کی تعین کو بدعت شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میدان زیارت است لیکن زیارت روز وشب معہود سیوم وہفتم دان بدعتے میکن حذر۔

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: مقرر کردن روزِ سیوم بالتخصیص واورا ضروری نگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست۔ (مولانا یعنی صاحب نصاب الاحتساب ضیاء الدینؒ عمر بن عوض سنامی الحنفی معاصرِ شیخ نظام الدین اولیاء) آں را ان مکروہ نوشتہ وراہ تخصیص بگزراند وہر روز یکہ خواہند ثواب بروحِ میت رسانند۔[مجموع فتاویٰ]

جماعت احناف کثر اللہ سوادھم کے ذمہ دار فقہاء کرام وصوفیاء عظام کی عبارتیں اہل میت پر مسلط کردہ رسوم ورواج مثل میت کے گھر کھانے پر اجتماع کرنے اور سوم، ہفتہ، دہم، چہلم اور برسی وغیرہ کو بدعت، مکروہ اور حرام قرار دیتی ہیں۔

مگر بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ بدعت پرستوں کی گنگا ہی الٹی بہتی ہے، جو حضرات ان بدعات ورسوم سے اجتناب کرتے ہیں انہیں ''وہابی'' وغیرہ کے خطابات سے نوازتے اور عوام الناس کو ان کے خلاف بھڑکاتے ہیں۔ فوا اسفاً!

فریق مخالف کا اعتراض:

کہتے ہیں کہ میت کے گھر دعوت کھانا حرام یا مکروہ نہیں ہے کیونکہ [مشکوٰۃ شریف ٢/ ٥٤٤] میں حدیث ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ایک میت کو دفن کیا اور فارغ ہوئے تو'' استقبلتہ داعی امرأتہ ''میت کی بیوی کا قاصد آپ ﷺ کو کھانے کی دعوت دینے آیا۔ علامہ حلبیؒ [کبیری ص ٦٠٩ و صغیری ص ٣٠٠] میں اور ملا علی قاریؒ مرقاۃ المفاتیح ٥/٤٨٢ میں لکھتے ہیں: یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ میت کے گھر سے کھانا درست ہے، ورنہ نبی کریم ﷺ ہرگز نہ کھاتے۔[انوار ساطعہ]

الجواب: اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ **اولاً:** اس لیے کہ **امرأتہ** کی ضمیر کاتب کی غلطی یا صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہے، اصل لفظ'' **داعی امرأۃ** ''ہے، کہ کسی خاتون کے قاصد نے آپ کو دعوت پہنچائی۔ میت کی بیوہ نے دعوت نہیں دی